قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

ہفتہ 07 اگست 2021ء | 27 ذوالحج 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:186

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے، گھر کا کام کاج کرتے، اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلاتے۔ آٹا پیستے ہوئے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے۔ بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج، اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن بہت صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسم آپؐ کے چہرے پر چھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے تھے لیکن ترش روئی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں بھی کسی کمزوری، پس ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی تھے لیکن بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دل رحیم و کریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص و طمع کے جذبہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر و شاکر اور کم پر قانع رہتے۔

(الرسالة القشيرية، باب الخشوع والتواضع)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

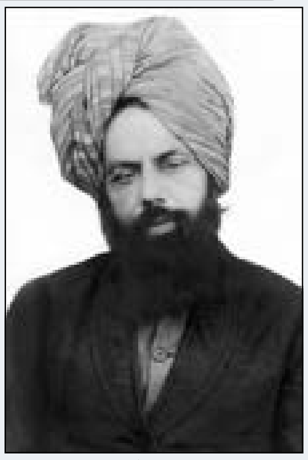

انسان کامل

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کے بارے میں فرماتے ہیں:

تو اے نبی ایک خلق عظیم پر مخلوق ومفطور ہے۔یعنی اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم ومکمل ہے کہ اس پر زیادت متصوّر نہیں۔ کیونکہ لفظ عَظِیْم محاورۂ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ (اور) بعضوں نے کہا ہے کہ عَظِیْم وہ چیز ہے۔جس کی عظمت اس حد تک پہنچ جائے کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔

(براہین احمدیہ، ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 194 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

پھر فرمایا:

”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً وعملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداءِ دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور ذکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔“

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

ارشاد باری تعالیٰ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۲﴾

(الاحزاب:22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے

فرمان خلیفہ وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق پر ڈھالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور یوں اپنی امت کے لئے کامل اور مکمل نمونہ بنیں۔ اور آپؐ نے یہ ثابت کر دکھایا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں خوش ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہوتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض - الباب الثانی - الفصل العاشر - الاخلاق الحمیدة)

اور یہ کوئی چند ایک یا دس بیس واقعات نہیں ہیں جن سے آپؐ کے اخلاق کا ہمیں پتہ چلتا ہے۔ اور اس بارے میں صرف آپؐ کی بیوی کی ہی گواہی نہیں ہے۔ گھریلو زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے بیوی کی گواہی بھی بہت بڑی گواہی ہوتی ہے اور بیوی بچوں کی گواہیوں سے ہی کسی کے گھر کے اندرونی حالات کا اور کسی کے اعلیٰ اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں تو ہزاروں مثالیں مختلف طبقات کے لوگوں سے مل جاتی ہیں۔ خادم جو گھر کے اندر خدمت کے لئے ہو، گھر کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے اور باہر کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے۔ انہیں خدام میں سے ایک حضرت انسؓ تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ حضرت انسؓ کا یہ بیان بھی ہے کہ اتنا عرصہ مَیں نے خدمت کی، 10۔ 12سال جو خدمت کی، کبھی آج تک کسی بات پر، میری کسی کوتاہی پر، میری کسی غلطی پر سخت الفاظ مجھے نہیں کہے۔

پھر آپ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں ایک بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- اُٹھی تھی وہ صدا جو قادیان سے (منظوم)
- بچوں کو اخلاقی و تربیتی کہانیاں سنانے کا ماحول بنانے کی ضرورت
- لفظ آدم، جِنّ، جَنَّت اور ممنوع شَجَرَۃ کی حقیقت
- سپورٹس ریلی مجلس خدام الاحمدیہ بیلجیئم

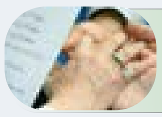

دربارِ خلافت

جن کا خدا ولی ہو جائے، ان کا غم دور ہو جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جن کا ولی اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ اور جن کا ولی خدا تعالیٰ ہو جاتا ہے اُن کے غم اور خوف تو ویسے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ آئندہ کے لئے نیک عمل کرنے کی طرف اُن کی توجہ ہو جاتی ہے۔ گزشتہ کے اگر کوئی بُرے عمل ہیں تو اُن سے معافی ہو جاتی ہے۔ انسان کو اپنے مستقبل کے بارے میں خوف رہتا ہے۔ یہاں مثلاً بہت سارے اسائلم سیکرز (Asylum Seekers) آئے ہوئے ہیں، اُن کو ہر وقت فکر پڑی رہتی ہے کہ پتہ نہیں ہمارا کیا فیصلہ ہو گا، کیا بنے گا؟ بعض میں نے دیکھے ہیں، اس خوف کی وجہ سے کئی کئی کلو اپنا وزن کم کر چکے ہیں۔ ملتے ہیں تو چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہوتی ہیں۔ کوئی اپنے بزنس کے حالات کی وجہ سے پریشان ہے۔ خوفزدہ رہتا ہے کہ پتہ نہیں آئندہ کیا ہو گا؟ طلباء ہیں تو اپنے امتحانوں کی وجہ سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ غرض آئندہ آنے والی باتیں انسان کو ایک خوف کی حالت میں رکھتی ہیں جب تک کہ اُن کے نتائج اُن پر ظاہر نہ ہو جائیں۔ اسی طرح حزن ہے یا غم ہے جو گزری ہوئی باتوں کا ہوتا ہے۔ جتنا بڑا غم ہو انسان اُتنا ہی زیادہ غمگین رہتا ہے۔ بعض دنیا دار اپنے کاروباروں کے نقصان میں اس قدر غمگین ہو جاتے ہیں کہ اُس کا مستقل روگ لگا لیتے ہیں۔ بعض دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں، بعض پر دل کے ایسے حملے ہوتے ہیں کہ مستقل بستر پر لیٹ جاتے ہیں یا دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ایک متقی مومن اور احسان کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کو نہ کوئی خوف ہو گا، نہ غم۔ ایک دیندار انسان جس کو خدا تعالیٰ کی صفات کا صحیح ادراک ہے اور اُس کے مطابق وہ اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے، وہ کبھی بھی دنیا کے غموں کو اپنا روگ نہیں بناتا۔ بیشک نیک لوگوں کو خوف کی حالت بھی آتی ہے، غم کی حالت بھی آتی ہے لیکن وہ دنیا کے غم نہیں ہوتے، وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے غم ہوتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شعر میں فرمایا کہ

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 410)

پس یہ دلدار کو راضی کرنے کی فکر اور خوف ہوتا ہے، اور یہ خوف جو ہے اُن کی توجہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف مبذول کراتا ہے اور اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ (الرعد:29) کی آواز اُن کو تسلّی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اُن کے لئے اطمینانِ قلب کا باعث بناتا ہے جو پرانے غموں کو بھی دور کر دیتا ہے اور آئندہ کے خوفوں کے دُور ہونے کی بھی اُن کو تسلّی دلاتا ہے۔ تقویٰ پر چلنے والوں کا خوف پیار اور محبت کا خوف ہوتا ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایسا خوف یا ایسی تڑپ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے بے چین رکھے۔ پس یہ بے چینی دل کو تقویت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتی ہے۔ دنیا دار کی بے چینی اس کے برعکس دلوں پر حملہ کرنے والی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے والا، محسنین میں شمار ہونے والا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مورد بنتا ہے۔ پس دنیا دار اور دیندار کے غم اور خوف میں یہ فرق ہے۔

(خطبہ جمعہ 3 فروری 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اُٹھی تھی وہ صدا جو قادیان سے

اُٹھی تھی وہ صدا جو قادیان سے
ندائے غیب تھی وہ آسمان سے
کہا، شیل ہوں مسیح کا مگر
جڑا ہوں مصطفیٰ کے آشیان سے
دیں منکرینِ مہدی و مسیح کو
شہادتیں حدیث اور قُران سے
قلم میں اُس کے سحر تھا چھپا ہوا
تو بولتا خدا کی تھا زبان سے
صلیب اُس نے کسر کی تو دشمناں بھی
اعتراف کر اُٹھے لسان سے
جہاد بالقلم کا وہ امام تھا
قلم مگر تھا تیز تر سنان سے
بتایئے، عدو کدھر کہاں گئے
میں پوچھتا ہوں اب یہ کُل جہان سے
ہُوا کبھی نہ فائز المرام وہ
جدا ہوا جو مہدئ زمان سے
وہ جس کے تم مشتّق سے ہو منتظر
ظہور کر چکا ہے قادیان سے
اٹھو کہ آفتاب سر پہ آ گیا
ہے عرض اب مری یہ خفتگان سے
وہ آ چکا ہے کیا، خدا سے پوچھ لو
عجب ہے، پوچھتے ہو بندگان سے
جو ڈھونڈنے گیا، خدا ملا
اُسے امامِ وقت کے ہی آستان سے
خوشا نصیب، جن نے اُس کو جان کر
قبول کر لیا ہے قلب و جان سے
خدا کے فضل سے ہی اُس کو پاؤ گے
ملے نہ محض، معرفت گیان سے
میں کیا کروں بیاں جو اُس کی شان ہے
ہے ارفع اُس کی شان اِس بیان سے
میں اُس کے اِک غلام کا غلام ہوں
یہ سب سخن مرا اُسی کی دان سے

(م م محمود)

اداریہ

بچوں کو اخلاقی و تربیتی کہانیاں سنانے کا ماحول بنانے کی ضرورت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز کسی بیمار بچہ نے کسی سے کہانی کی فرمائش کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو کہانی سنانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کے لئے اس کو روا سمجھتے تھے جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا میں بھی جنّت میں جاؤں گی؟ (آپ ﷺ نے) فرمایا: نہیں۔ وہ بڑھیا یہ سُن کر رونے لگی۔ فرمایا۔ روتی کیوں ہے۔ بہشت میں جوان داخل ہوں گے۔ بُوڑھے نہیں ہوں گے یعنی اس وقت سب جوان ہوں گے۔

اسی طرح سے فرمایا:

ایک صحابیؓ کی داڑھ میں درد تھا۔ وہ چھوہارا کھاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوہارا نہ کھا کیونکہ تیری داڑھ میں درد ہے۔ اس نے کہا کہ میں دُوسری داڑھ سے کھاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ ''ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جس کو حمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا۔ وہ بچہ رونے لگا۔ اس بچہ کا نام عمیر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا عمیر ما فعلت بك حمیر۔ اے عمیر! حمیر نے کیا کیا؟ لڑکے کو قافیہ پسند آ گیا۔ اس لئے چُپ ہو گیا۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 414 تا 415)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے بچوں کو دینی کہانیاں سُنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ محرم کے مہینے میں آپؑ نے اپنے بچوں کو سیّدنا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی کہانی (کا واقعہ) سُنایا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمدؓ بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم (سلمہا) اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا ''آؤ! میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں'' پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا۔

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔''

(روایت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ۔ سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 31)

ہمارے بچپن کے دور میں ''دادی اماں'' کی کہانیاں مشہور تھیں۔ جب رات تاروں بھرے آسمان تلے ستاروں کی روشنی میں خاندان کی بزرگ خواتین اپنے بچوں کو کہانیاں سُنایا کرتیں اور بچے کہانیاں سنتے سنتے آسمان کی وسعتوں میں کھو کر سو جایا کرتے تھے۔ یہ سبق آموز کہانیاں تعلیم و تربیت اور اخلاقیات کی عمارت کی پختگی اور مرمت کا کام کرتی تھیں۔ پھر اگلے روز بہن بھائی اکٹھے بیٹھ کر ان کہانیوں کو دہرایا کرتے تھے۔ آج اس مادی دنیا میں جب سوشل میڈیا نے معاشرے کو اپنے قبضہ میں لے رکھا ہے۔ اسی وجہ سے بچوں میں تنہائی عام ہے۔ بڑوں سے روابط کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں۔ کھلے آسمان کے نیچے اور دوسرے اوقات میں بھی کہانیاں سنانے کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ جبکہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور علم میں اضافہ کے لئے یہ ایک ہمہ گیر اور لازوال طریق ہے۔

اس مفید طریق کو آج پھر رواج دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے بعض بزرگ جنہوں نے سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تقاریر و خطابات کو براہ راست حضورؓ کی زبان مبارک سے سُنا۔ اب آج کا نوجوان طبقہ کتابوں میں ان کے خطابات پڑھتا ہے وہ بخوبی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ آپؓ کے خطابات اور تقاریر چھوٹے چھوٹے واقعات اور کہانیوں پر مشتمل ہیں جو پہلے دور میں بزرگوں کی زبانی کہانیوں کے رنگ میں دلچسپی سے سنی جاتی تھیں۔ واقعات کی اہمیت کے پیش نظر، ہم مربیان و مبلغین کو بھی ہمارے بزرگ اور اساتذہ یہی نصیحت کرتے تھے کہ اپنی تقاریر و خطبات میں واقعات ضرور بیان کیا کریں۔ اس سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

یہ آرٹیکل لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں بالخصوص بزرگ خواتین کو اپنے بچوں، پوتے، پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو اپنے ارد گرد بٹھا کر اسلامی، دینی، اخلاقی اور تربیتی کہانیاں سنانی چاہئیں اور یہ کہانیاں سینہ بسینہ نسلوں میں چلنی چاہئیں جو مستقبل میں تربیت کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی امام حسینؓ بارے کہانی آج بھی جسمانی و روحانی نسل میں سینہ بسینہ چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذریعہ سے اپنے بچوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(ابوسعید)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

اور روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش اخلاق تھے۔

(بخاری کتاب المناقب۔ باب صفة النبی ﷺ)

اعلیٰ اخلاق کا اظہار چہروں سے بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہر وقت اپنے چہرے پر بدمزگی طاری کئے رکھے اور سنجیدگی اور غصہ ظاہر ہو رہا ہو تو اندر جیسے مرضی اچھے اخلاق ہوں، دوسرا دیکھنے والا تو ایک دفعہ پریشان ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیفیت بھی کیا ہوتی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متبسم اور مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(الشفاء لقاضی عیاض۔ الباب الثانی۔ الفصل السادس عشر۔ حسن عشرتہ)

پھر ایک صحابی حضرت قیسؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جریر بن عبداللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اسلام لانے کے زمانے سے (یعنی جب سے وہ مسلمان ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی بھی ملنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی انہیں دیکھتے تو مسکرا دیا کرتے تھے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب ذکر جریر بن عبداللہ البجلی)

حضرت اُمّ معبدؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو یوں بیان کرتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے دیکھنے میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور قریب سے دیکھنے میں انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔

(الشفاء لقاضی عیاض۔ الباب الثانی۔ الفصل الثالث۔ نظافته ﷺ)

دیکھ کے ہی پتہ لگ جاتا تھا کہ یہ شخص نرم خو، نرم دل ہے۔ جو حسن دور سے دیکھنے پر ہر ظاہری حسن کو ماند کر دیتا تھا۔ کوئی بھی حسین چہرہ دیکھنے میں اس چہرے کے مقابلے کا نہیں تھا۔ یہ حسن صرف ایسا حسن نہیں تھا جو دور سے ہی حسین نظر آتا ہو کہ واسطہ پڑنے پر کچھ اور نکلے۔ بلکہ اس حسین چہرے سے جب ملاقات کا موقع پیدا ہوتا تھا تو آپؐ کے اعلیٰ اخلاق، آپ کی نرم اور میٹھی زبان اس حسن کو چار چاند لگا دیا کرتے تھے اور حضرت اُمّ معبدؓ نے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے کہ قریب سے دیکھنے سے انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔

(خطبہ جمعہ 25 فروری 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

عدنان ورک

لفظ آدم ،جِنّ ،جَنَّت اور ممنوع شَجَرَة کی حقیقت

خاکسار اور شاید بہتوں کے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہوگا کہ اللہ تعالی نے پہلے نبی کا نام آدم کیوں رکھا اور اس کی مخالفت کرنے والوں کے لیے جِنّ کا لفظ کیوں استعمال کیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کے رہنے والی جگہ کے لئے جنت کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا آدم کے مخالفین کے لئے جِنّ کی بجائے کافر منکر مضل کے الفاظ کیوں نہیں استعمال کیے اور ان کے رہنے والی جگہ کے لئے جنت کی بجائے اَرض، مصر، قریۃ وغیرہ یعنی زمین شہر گاؤں وغیرہ الفاظ استعمال کیوں نہیں کیے اور ممنوع درخت کا معمہ کیا ہے لیکن جب ہم اس کے جواب کو جانتے ہیں تو دل یقین سے بھر جاتا ہے کہ یہ واقعی عالم الغیب خدا کا کلام ہے اس سے بہتر الفاظ استعمال ہو ہی نہیں سکتے تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ’کہ قرآن شریف کی جو آیات بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہیں اور ان پر بہت اعتراض ہوتے ہیں دراصل ان کے نیچے بڑے بڑے معارف اور حقائق کے خزانے ہوتے ہیں‘‘

(سیرت المہدی روایت 166)

اس مسئلے کو حضرت مصلح موعودؓ نے سیر روحانی میں بیان کیا ہے حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں حیدر آباد ،آگرہ ،دہلی کے تاریخی مقامات کی سیر کی ۔ان تاریخی مقامات کی سیر کے دوران حضور پر قرآن کریم میں موجود دنیا کی ابتدائی تاریخ کے متعلق آیات کے معانی کا انکشاف ہوا مضمون شروع کرنے سے پہلے یہ واضح کر دوں کہ ان الفاظ و آیات کے حضرت مسیح موعودؑ حضرت خلیفہ اولؓ ،خلیفہ ثانیؓ و خلیفہ رابعؒ نے بہت سے دیگر تفسیری معانی بھی بیان کئے ہیں اور وہ تمام معانی اپنے اپنے رنگ میں الگ الگ خوبصورت مضمون بیان کرتے ہیں اور خدا کے کلام کا یہی اعجاز ہے کہ اس نے ایسا کلام اتارا ہے کہ اس کے بیک وقت کئی معانی ہو سکتے ہیں اور وہ تمام معانی درست بھی ہوتے ہیں لیکن اس مضمون میں مندرجہ بالا الفاظ کے دیگر تفسیری معانی کی بجائے اس بات پر فوکس ہوگا کہ ظاہراً یہ الفاظ کیوں استعمال کیے گئے۔

لفظ آدم میں حکمت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’لفظ آدم میں حکمت ۔قرآن کریم نے جو پہلے کامل انسان کا نام آدم رکھا تو اس میں بھی ایک حکمت ہے عربی زبان میں آدم کا لفظ دو مادوں سے نکلا ہے ایک مادہ اس کا ادیم ہے اور ادیم کے معنیٰ سطح زمین کے ہیں اور دوسرا مادہ اُدمہ ہے اور اُدمہ کے معنیٰ گندمی رنگ کے ہیں پس آدم کے معنیٰ سطح زمین پر رہنے والے یا گندمی رنگ والے کے ہیں اور دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ کھلی ہوا اور زمین پر رہنے کی وجہ سے دھوپ کے اثر سے اس کے رنگ پر اثر پڑا‘‘

(سیر روحانی ص 26)

دراصل اس وقت کا انسان غاروں میں رہتا تھا کیونکہ کھلی جگہ پر رہنے سے اسے جنگلی جانوروں کا خطرہ تھا آج کے آثار قدیمہ کے ماہرین بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ شروع میں انسان غاروں میں رہتا تھا سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ کو اس وقت کی ضرورت کے مطابق تمدن یعنی مل جل کر ایک قانون کے مطابق سطح زمین پر رہنے کی شریعت دی گئی سورۃ طٰہٰ آیت 120-119 میں آپؑ کو دی گئی شریعت کے نمایاں اصول یہ بیان ہے کہ سب نے مل جل کر زمین پر رہنا ہے، ننگا نہیں رہنا کپڑے پہنے ہیں، کھلے آسمان نہیں رہنا گھر بنانے ہیں، کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہے وغیرہ۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’حضرت آدمؑ کے زمانہ میں بھی چونکہ ایسے لوگ تھے جو قانون کی پابندی نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے زمین پر رہنا پسند نہ کیا اور وہ بدستور غاروں میں رہتے رہے جنس ایک ہی تھی لیکن اس کا ایک حصہ تو سطح زمین پر آ گیا دوسرا سطح زمین پر نہ آیا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح انسان کامل باہر رہنے کی وجہ سے آدم نام پانے کا مستحق بنا اسی طرح انسان ناقص غاروں میں رہنے کی وجہ سے ’جن‘ کا نام پانے کا مستحق ہوا کیونکہ جن کے معنیٰ پوشیدہ رہنے والے کے ہیں پس اس وقت نسل انسانی کے دو نام ہو گئے ایک وہ جو آدم کہلاتے تھے اور دوسرے وہ جو جن کہلاتے تھے آدم کے ساتھ تعلق رکھنے والے جو لوگ تھے انہوں نے میدان میں جھونپڑیاں بنائیں مکانات بنائے اور مل جل کر رہنے لگے پس سطح زمین پر رہنے اور سورج کی شعاعوں اور کھلی ہوا میں رہنے سے گندم گوں ہوجانے کی وجہ سے وہ آدم کہلائے اسی طرح وہ انسان بھی کہلائے کیوں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اُنس کرتے۔۔۔۔۔۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان ناموں سے انہیں یاد کیوں کیا؟ کیوں سیدھے سادے الفاظ میں انہیں کافر اور مومن نہیں کہہ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لیے سیدھا سادہ لفظ کافر اور مومن ہے اور ان کے لیے سیدھا سادہ لفظ آدم اور ابلیس یا انس اور جن تھا آج انسان کا دماغ اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ وہ شریعت کے باریک در باریک مسائل کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے مگر آدم کے زمانہ میں جو شریعت آئی اس کا تعلق صرف تمدن اور رہائش انسانی کے ساتھ تھا اور اس وقت کے لوگوں کے لئے باریک مسائل کا سمجھنا بالکل ناممکن تھا وہ اگر سمجھ سکتے تھے تو صرف موٹی موٹی باتیں سمجھ سکتے تھے تو کافر و مومن کی جگہ جن وانس دو نام انکے رکھے گئے تا کہ اس وقت کے تمدن اور بنائے اختلاف کو بھی ظاہر کر دیا جائے اور اس وقت کے لوگوں کی سمجھ میں بھی یہ بات آجائے۔۔۔۔۔ اس زمانے میں اگر انہیں کافر کہا جاتا اور بتایا جاتا کہ تم اس لئے کافر ہو کہ تم آدم کی بات کو نہیں مانتے تو وہ اس بات کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ آدم کی بات کو نہ ماننے کی وجہ سے ہم کافر کس طرح ہو گئے‘‘

(سیر روحانی ص 28 تا33)

یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ اگر آج کے انسان کو جہاز، ریل، کار وغیرہ کا بتائیں تو وہ سمجھ جائے گا لیکن اگر آج سے ہزار سال پہلے والے انسان کے سامنے یہ نام لیں گے تو وہ بالکل نہیں سمجھ سکے گا اسے سمجھانے کیلئے اسوقت کی سواریوں مثلاً اونٹ، گدھا وغیرہ کی مثال دے کر سمجھانا پڑے گا جیسا کہ ہمیں حدیثوں میں اس کا نمونہ بھی ملتا ہے کہ آنحضورؐ نے آخری زمانے میں ایجاد ہونے والی تیز رفتار سواریوں کا مفہوم سمجھانے کے لیے ایک بڑے گدھے سے مثال دی جو جلد سفر طے کر لے گا تو حضرت آدمؑ کے وقت اختلاف تمدن کی بنیاد پر تھا اس لیے جنہوں نے حضرت آدمؑ کی بات مانی اور باہمی انس سے مل جل کر سطح زمین پر رہے وہ انسان یا آدم کہلائے اور جنہوں نے سطح زمین پر آنے سے انکار کیا اور غاروں میں ہی رہنا پسند کیا وہ جن کہلائے کیوں کہ جن کا لغوی مطلب چھپی چیز یا چھپ کر رہنا ہوتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’آج پرانے سے پرانے آثار قدیمہ کو زمینوں میں سے کھود کھود کر اس بات کا اعلان کیا جارہا ہے کہ ابتدائی انسان غار میں رہا کرتا تھا۔۔۔لوگ سر دھنتے ہیں ان کتابوں کو پڑھ کر جو آج سے صرف سو سال پہلے لکھی گئی ہے اور وہ نہیں دیکھتے اس کتاب کو جو آج سے تیرہ سو سال پہلے سے یہ مسئلہ پیش کر رہی ہے پس جن کا لفظ تیرہ سو سال پہلے سے اس کیومین (caveman) کی خبر دیتا ہے۔۔۔۔ ہمارے قرآن نے اس کیومین کا ذکر جن کے نام سے جس کے قریبًا لفظی معنیٰ کیومین کے ہی ہیں آج سے صدیوں پہلے کر دیا تھا‘‘

(سیر روحانی ص34)

اَلْجَنَّۃُ یعنی جنت کی حقیقت

جنت کا لفظی مطلب باغ ہوتا ہے اس وقت کے انسان نے شکار سیکھا تھا نہ ہی کھانا پکانا سیکھا تھا کیونکہ اگر اس نے شکار سیکھ لیا ہوتا تو وہ جانوروں کے چمڑے سے اپنے جسم کو ڈھانپتا جبکہ قرآن کریم بیان کرتا ہے کہ اس وقت کا انسان درختوں کے پتوں سے جسم ڈھانپتا تھا جیسا کہ آیت ’’طَفِقَا یَخۡصِفٰنِ عَلَیۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ ‘‘ (سورة طٰہٰ:122) اس پر دالّ ہے اسی طرح نہ ہی ابھی سبزیاں اگانے کا کام شروع ہوا تھا کیونکہ سبزیاں اگانا جانوروں کے شکار کرنے سے زیادہ بڑا تکنیکی کام ہے لہٰذا اگر سادہ شکار نہیں سیکھا تھا تو سبزیاں کہاں اگانی شروع کی ہونگی اس وقت انسان کی خوراک کا دار و مدار پھلوں پر تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کے ماننے والوں کو سطح زمین پر ایسی جگہ رہائش اختیار کرنے کا کہا جہاں پھل دار درختوں کا باغ تھا جسے عربی میں اَلۡجَنَّۃُ یعنی باغ کہتے ہیں چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’اَلۡجَنَّۃَ اور کُلَا مِنۡهَا رَغَدًا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی معظم غذا پھل وغیرہ تھے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک سبزیوں ترکاریوں کے اگائے جانے کا کام ابھی شروع نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے کہیں میوہ دار درختوں کے جھنڈ پیدا کر دیے اور انہیں حکم دیا کہ تم وہاں جا کر رہا ہو‘‘

(سیر روحانی ص45)

شَجَرَة کی حقیقت

جب ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور ان کے ماننے والوں کی غذا کا دار و مدار پھلوں پر تھا تو پھر یہ بات سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو ایک خاص قسم کے درخت کے کھانے سے کیوں منع کیا گیا تھا یقیناً وہ درخت یا وہ درختوں کی قسم ایسی ہوگی جس سے انسان کے اخلاق طبیعت پر برا اثر پڑتا ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اس ممنوع درخت کے متعلق فرماتے ہیں» معلوم ہوتا ہے کہ انگور ہوگا شراب اسی سے پیدا ہوتی ہے اور شراب کی نسبت لکھا ہے کہ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت کا انگور ایسا ہی ہو کہ بغیر سڑانے گلانے کے اس کے تازہ شیرا میں نشہ ہوتا ہو جیسے تاڑی کہ ذرا سی دیر کے بعد اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول ص 517)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت الہامی طور پر بعض بوٹیوں کے خواص وغیرہ بتائے گئے تھے اور بعض اخلاقی احکام بھی دیے گئے تھے چنانچہ آیت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ

كُلَّهَا اس پر دال ہے۔۔۔۔ مثلاً یہ بتا دیا گیا کہ فلاں فلاں زہریلی بوٹیاں ہیں ان کو کوئی شخص استعمال نہ کرے یا فلاں زہریلی چیز اگر کوئی غلطی سے خالی تو فلاں بوٹی اس کی تریاق ہوسکتی ہے۔

(سیر روحانی ص 46،47)

ایک خاص قسم کے درخت یا درختوں کو کھانے سے کیوں منع کیا گیا اس کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد اگلی بات کو سمجھنا اور آسان ہو جاتا ہے کہ کسی درخت کا پھل کھانے سے کسی کا ننگ کیسے ظاہر ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے فَبَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا۔ تو وہ اس طرح ممکن ہے کہ حضرت آدمؑ اور آپ کی بیوی یا ساتھیوں نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر ایسا پھل کھایا جس میں نشے کی تاثیر تھی اور جب انسان بیہوش یا مدہوش ہوتا ہے تو اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس حال میں ہے اس کے کپڑے ٹھیک طرح سے ہیں کہ نہیں۔ ننگ ڈھکا ہوا ہے کہ نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شجرہ کا ایک مطلب شجرہ شیطانی یعنی شیطانی گروہ بھی لیا ہے آپؓ فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے آدم کو کہا دیکھنا شجرہ شیطانی کے قریب نہ جانا بلکہ ہمیشہ اس کے خلاف لڑائی جاری رکھنا۔۔۔۔ حضرت آدمؑ نے اس حکم کے نتیجے میں شیطان سے لڑائی شروع کر دی جب شیطان نے دیکھا کہ اس طرح کام نہیں بنے گا تو اس نے صلح صلح کا شور مچایا۔۔۔ حضرت آدمؑ سے غلطی ہوئی اور انہوں نے شیطان سے صلح کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی اسی جنت کے اندر آ گیا جہاں حضرت آدم اور آپ کے ساتھی رہتے تھے اور اس طرح اندر رہ کر اس نے قوم میں فتنہ و فساد پیدا کر دیا‘‘

(سیر روحانی ص 52)

اور جب ان میں کمزوریاں پیدا ہوگئیں تو پھر آدم اور ان کے ساتھیوں نے جنت کے پتوں جس کی تعبیر نیک اعمال ہوتی ہے سے اس فساد کو رفع کیا حضرت خلیفہ ثانیؓ کے اس تفسیری پہلو سے ایک اور معمہ بھی حل ہوتا نظر آتا ہے کہ چونکہ حضرت آدمؑ کے وقت انسان کی غذا کا دارومدار پھل دار درختوں پر تھا اب ظاہر ہے آدم اور اسکے ساتھی الگ جگہ پر جا کر رہے اور وہ اس الگ جگہ پر موجود درختوں سے کھاتے تھے اور آدم کے مخالفین جنہوں نے غاروں میں ہی رہنا پسند کیا یعنی جن وہ غاروں کے قریب والے درختوں سے غذا حاصل کرتے تھے یعنی دونوں گروہوں کے غذا حاصل کرنے والے درخت اور ان درختوں کا علاقہ الگ الگ تھا تو آدم کو اس طرف والے درختوں سے منع کیا گیا جو غاروں کے پاس تھے جہاں سے جن پھل کھاتے تھے کیونکہ اس طرح ان کا جنوں یعنی مخالفین سے میل جول ہو جانا تھا تو ایک طرح سے حضرت آدمؑ اور ان کے ساتھیوں کو جنوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ ان کے ساتھ میل جول سے آدم کے ساتھیوں کے اخلاق ایمان خراب ہوسکتا تھا تو آسان لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کو بری صحبت سے بچایا اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کے ساتھ رشتہ داریاں کرنے سے منع کیا ہے تا ایسا نہ ہو کہ منکرین کی صحبت سے احمدیوں کے ایمان لغزش میں پڑیں۔ چونکہ شجرہ سے منع کرنے سے مراد اس شجرہ کے قریب رہنے والے لوگ مراد تھے اس لیے ممکن ہے کہ خاندان، گروہ کے لیے شجرہ کا لفظ استعمال کرنے کی بنیاد اسی پس منظر سے پڑی ہو۔ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ۔

رپورٹ: وحید احمد بھٹی۔ معتمد مجلس خدام لاحمدیہ بیلجیئم

سپورٹس ریلی مجلس خدام الاحمدیہ بیلجیئم

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے مجلس خدام الاحمدیہ بیلجیئم کو مؤرخہ 26،27 جون بروز ہفتہ و اتوار دو روزہ سپورٹس ریلی منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

گزشتہ ایک سال سے کرونا کی وبا کی وجہ سے نیشنل پروگرام منعقد نہیں کئے جا سکے ،اب اللہ کے فضل سے کرونا کے حالات میں بہتری آ گئی ہے اور گورنمنٹ نے بھی بہت سی پابندیاں ختم کر دی ہیں اور باہر دو سو لوگوں تک جمع ہونے کی اجازت دے دی ہے اور اکثر خدام کی گرمیوں کی تعطیلات بھی شروع ہوگئیں ہیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ نے دو روزہ سپورٹس ریلی کا انعقاد کیا۔ مؤرخہ 26 جون بروز ہفتہ پروگرام صبح دس بجے افتتاحی سیشن سے شروع ہوا، جس میں تلاوت اور عہد کے بعد مکرم ومحترم توصیف احمد صاحب مربی سلسلہ وصدر خدام الاحمدیہ نے اختتامی تقریر میں کہا کہ ہم سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی فوج کے وہ جانباز سپاہی ہیں، جن کی جسمانی صحت کے ساتھ روحانی صحت بھی مکمل طور پر ٹھیک ہونا ضروری ہے۔ مکرم ومحترم صدر صاحب نے کہا کہ روحانی صحت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ نمازوں کے ذریعہ سے پختہ تعلق قائم کریں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے زندہ تعلق پیدا کریں ،بعد ازاں کھیلوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ہفتہ کے روز کرکٹ ٹورنامنٹ کیا گیا جس میں بیلجیئم کے مختلف ریجنز کی آٹھ ٹیموں نے شرکت کی، کرکٹ کے تمام میچز بیت الرحیم آلکن کے گروٗنڈ میں منعقد کئے گئے، کرکٹ ٹورنامنٹ لمبرگ ریجن نے جیتا، جس کے کپتان مکرم طاہر وسیم صاحب تھے۔ کرکٹ ٹورنامنٹ کے بعد تمام خدام کے لئے BBQ کا بھی اہتمام کیا گیا جس سے تمام خدام بہت لطف اندوز ہوئے۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

مؤرخہ 27 جون بروز اتوار فٹبال ٹورنامنٹ ٹرن ہاؤٹ شہر میں منعقد کیا گیا ،پروگرام اجتماعی دعا سے شروع ہوا، فٹبال ٹورنامنٹ میں چھ ٹیموں نے شرکت کی، اور فٹ بال بھی لمبرگ ریجن کی ٹیم نے جیتا جس کے کپتان مکرم عدیل احمد بھٹی قائد مجلس بیرنگن تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں دنوں میں خدام اور اطفال کو خوبصورت روحانی بھائی چارے کا ماحول میسر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے سپورٹس ریلی بہت کامیاب رہی، دونوں دنوں کی مجموعی حاضری دو سو سے زائد رہی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

آج کی دعا

وَقَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِیۡنَةً وَّاَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۸۹﴾

(یونس: 89)

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے ربّ! یقیناً تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں ایک بڑی زینت اور اموال دیئے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! (کیا) اس لئے کہ وہ تیری راہ سے (لوگوں کو) بھٹکادیں۔ اے ہمارے ربّ! ان کے اموال برباد کر دے اور ان کے دلوں پر سختی کر۔ پس وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

یہ حضرت موسیٰؑ کی ظالم قوم کے خلاف دعا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو تبلیغ کی اور اس کو خدا کی طرف دعوت دی مگر اس نے مسلسل انکار کیا اور خدائی فرستادہ کا مقابلہ کرنا چاہا۔ اسکے مظالم اور اسکے شان و شوکت کے خاتمے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حضور التجاء کی۔ اللہ نے آپؑ کی دعا سنی اور آپکو اور آپکی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور اسے اور اسکے لشکر کو سمندر میں تباہ کر دیا۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

نبیلہ رفیق فوزی۔ناروے

عراق کی قدیم تہذیب

حضرت نوحؑ قوم پر جب عذاب نازل ہوا تو اس نے اس وقت کی معلوم دنیا کے ایک بڑے حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔حضرت نوحؑ کے سیلاب کا واقعہ آج سے پانچ ہزار سال قبل یعنی تقریباً 3 ہزار سال قبل مسیح رونما ہوا۔سیلاب کے بعد حضرت نوحؑ کے تینوں بیٹوں، سام، حام، اور یافث کے زریعے دنیا میں موجودنسلوں کا آغاز ہوا۔موجودہ عرب قومیں سام کی اولاد میں سے ہیں، سیاہ فام نسل کی قومیں یعنی حبشی، افریقی، اور ملکِ ہند اور سندھ کے قدیم باشندے، حضرت نوحؑ کے بیٹے حام کی نسل سے ہیں اس کے علاوہ دیگر، سرخ وسفید نسل کی قومیں جو ہندو، یورپی لوگ حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں سامی نسل کے لوگ دجلہ اور فرات کی وادیوں میں آباد ہوئے۔عراق کے شمالی علاقے 'اکاد' میں پروان چڑھنے والی، قدیم قوموں میں آسیرین وبابیلین لوگ آج کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان قدیم قوموں کے علاوہ ایک اور قوم جو ''سومیری'' نام سے پہچانی جاتی ہے۔جس کا مسکن اگرچہ عراق کا جنوبی علاقہ ہے، مگر اپنی نسل اور زبان کے اعتبار سے سامی نسل سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔اس نسل کا ارتقاء حضرت نوحؑ سے بھی 500 سال قبل بتایا جاتا ہے۔

اب تک دریافت ہونے والے کھنڈرات کی وجہ سے ماہرین اسے دُنیا کی قدیم ترین تہذیب کہتے ہیں۔

جس کی شناخت سمیری زبان اور میخی رسم الخط سے ہوئی ہے، جوکہ آج تک محفوظ چلی آتی ہے اس تہذیب کی زبان انڈو۔یوروپی زبانوں کے خاندان سے قطعی مختلف ہے۔ بلکہ اس میں کسی قدر، تورانی، فنش اور ھنگری زبانوں کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ فینو ہنگیرین زبان کا خاندان، انڈو۔ یوروپی زبان کے خاندان سے قطعی مختلف ہے۔ اس کے ساتھ توران اس لئے ہے کہ ''پان تورانی'' تحریک کے دوران، فن لینڈ اور ہنگری نے توران کے ساتھ اپنے تعلق کو تسلیم کرلیا تھا، اصل میں، توران، سے مراد وہ قوم یا ایسی زبان بولنے والی قوم ہے جس میں قدیم ترکی یا ایرانی رنگ پایا جاتا ہو۔

واضح ہو کہ اس تمام زمین سے مراد صرف بابل کی زمین نہیں ہوسکتی جو سغار کے نام سے موسوم ہے۔ پس آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام وہ قومیں جو زمین میں رہتی تھیں۔ ان کی ایک ہی زبان تھی، اُس وقت تک کہ ان میں ایک گروہ اُن میں سے بابل نہیں پہنچا تھا۔ پھر بابل میں پہنچنے کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کی زبانیں متفرق کر دیں۔ اور زبانوں کا اختلاف یوں ڈال گیا کہ بابل کے رہنے والے مختلف ملکوں میں نکال دیئے گئے۔ پھر فرماتے ہیں، چونکہ نوحؑ طوفان کے بعد خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ بہت جلد دُنیا اپنی توالد وتناسل میں ترقی کرے۔ اس لئے اس قادرِ مطلق نے ایک مدّت تک اُن کو صحت اور امن کی حالت میں چھوڑ دیا تھا۔تب وہ بہت بڑے اور پھولے اور ایک خارق عادت کے طور پر اُن میں ترقی ہوئی، تب بعض قوموں نے اپنے ملک میں گنجائش کم دیکھ کر سخار کی زمین کی طرف جو بابل کی زمین تھی حرکت کی، اور اس جگہ آ کر اس شہر کو آباد کیا اور تمام دُنیا میں میں بولیوں کا تفرقہ پڑنے کا موجب بنے۔''

حضرت مسیحِ موعود کے اس فرمان سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ، بابل کی تہذیب جو قدیم عراق (عرب) میں شامل تھی قدیم ترین تھی، اور وہاں بولی جانے والی قدیم زبان عربی تھی۔ لہٰذا سومیری زبان بھی اُنہی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ جو بابل کی اصل زبان کے اختلاف کے بعد وجود میں آئی تھی

سومیری، قوم

بابائے اردو ایوارڈ یافتہ، ابنِ حنیف اپنی کتاب'' دنیا کا قدیم ادب'' میں لکھتے ہیں تاریخی لحاظ سے عراق کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، یعنی شمالی، وسطی، اور جنوبی عراق، تاریخی ادوار میں ان تینوں میں سے شمالی کو، اشور، وسطی کو اکاد اور جنوبی کو اکاد کہا جاتا تھا۔عراق کا جو علاقہ بعد میں ملک بابل کہلایا۔ اس سے قبل وہ سیاسی لحاظ سے شمال میں اکاد، اور جنوب میں سومیر نامی دو ریاستوں پر مشتمل تھا۔عراقی تاریخ کے طویل دور میں وہاں باہر سے بھی آ کر مختلف اقوام آباد ہوتی رہیں۔ گویا یہ ملک۔ ازمنۂ قدیم میں متعدد ایسی اقوام کا مسکن رہاہے۔ جو تاریخ کے اوراق پر اپنے انمٹ نقوش ثبت کرگئی ہے۔

ان اقوام میں سومیری، سامی، غیر سامی، اکادی، بابلی، اور اشوری شامل تھیں۔سومیری تہذیب کا آغاز آج سے 5500 برس پہلے ہوا تھا، ماہرین کا کہنا ہے کہ جنوبی عراق کی یہ تہذیب تاریخی دور سے بھی پہلے شروع ہو کر اپنی عروج کی انتہا تک پہنچی، اور تقریباً تین ہزار برس تک تمام دنیا پر اپنی عقل وحکمت کے آثار ڈالتی رہی اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ وہ تمام علاقے جو پرانی عراقی تہذیب کے حامل بنے وہ سب دجلہ فرات کے قرب وجوار میں ہی آباد تھے، دریا کے نواح میں ہونے کی وجہ سے یہ علاقے اکثر سیلاب اور طوفان کی زد میں رہتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بار بار اُجڑنے اور بسنے کے خوف سے اور سیلاب و افتاد سے بچنے کے لئے، اُنہوں نے مختلف طریقے اور ذرائع نکال لئے تھے، مثلاً شہروں کا بے شمار پھیلاؤ۔ باغات کی کاشت، علمی میدان میں سوجھ بوجھ اور ترقی، لہٰذا یہ تمام طریقے کار اور ذرائع بار بار کے طوفان کو روکنے اور سیلابوں پر بند باندھنے کے لئے بہت مؤثر ثابت ہوئے۔جنوبی عراق کا یہ خطہ جو اپنی تہذیبی بالا دستی کی وجہ سے باقی عراق کے تمام علاقوں پر اثر انداز تھا، سیاسی لحاظ سے بھی مکمل بالا دستی رکھتا تھا، اس خطے اور اس میں بسنے والی قوم کو 4000 قبل مسیح سے لیکر 2000 قبل مسیح تک سیاسی بالا دستی رہی، گو کہ بیرونی حملہ آور ہر طرف اس علاقے کی اُکھاڑ پچھاڑ میں رہے۔ مگر پھر بھی تہذیب کی ترقی میں فرق نہ آیا۔آخر کار ایک لمبا عرصہ مسلسل ترقیات اور سیاسی بالا دستیوں کے بعد اس خطے اور اس قوم کا زوال بابل کے تیسرے خاندان کے زوال کے ساتھ شروع ہوگیا۔

کھدائی کے دوران جب سومیری علاقوں میں، انسانی ڈھانچے اور کھوپڑیاں دریافت ہوئیں۔ تو ماہرین کی رائے میں وہ آرمینیائی اور بحیرہ روم کی نسلوں کے مرکب نکلے۔

بہت سے سکالر اس بات پر متفق ہیں کہ باقی کی دنیائے قدیم نے سومیریوں سے ہی فنِ تحریر کا خیال اپنایا تھا۔

جنوبی عراق کے ایک اہم ترین شہر (انوگ) سے اس زمانہ کے رسم الخط کے جو نمونے ملے ہیں، وہ تا حال دنیا میں سب سے قدیم معلوم نوشتے ہیں، اب تک کھنڈرات کی مدد سے جو ماہرین نے دریافت کئے ہیں ان میں سے اس تہذیب کے صدیوں پرانی تصویری تحریرات ڈھونڈ نکالی ہیں، جس سے یہ بات واضح ہے کہ دُنیا میں سب سے پہلے اس قوم نے تصویروں کی مدد سے اپنے خیالات کو زبان دی۔ کچھ عرصہ قبل جنوبی عراق کے ایک قدیم تباہ شدہ شہر جو کھنڈر بن چکا ہے پر کی دریافت سے تقریباً ساڑھے چار ہزار برس پرانی تختیوں پر لکھا ہوا ادب دریافت ہوا ہے۔

عراق کی گذشتہ حالت کے بارہ میں جُرجی زیدان کا تبصرہ

مصنف جُرجی زیدان۔ تاریخ تمدنِ اسلام میں لکھتے ہیں۔ اصطخری نے شہر بصرہ کی ایسی حالت بیان کی ہے، جس کا مطالعہ کرنے سے عقل چکرا جاتی ہے۔ وہ عبارت کچھ یوں ہے۔

بصرہ ایک بہت بڑا شہر تھا جو اہلِ عجم کے زمانہ میں نہ تھا اُسے صرف اہلِ عرب نے آباد کیا۔ یہاں کنوئیں وغیرہ کا پانی نہیں ملتا تھا۔ بلکہ یہاں نہریں ہی نہریں ہیں۔بعض اہلِ اخبار نے لکھا ہے کہ بلال بن ابی بردہ کے زمانہ میں، بصرہ کی نہروں کا شمار کیا گیا تو۔ ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ نہریں گننے میں آئیں تھیں جن میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں چلا کرتیں تھیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ مجھے اس مذکورہ تعداد کے سچ ماننے میں کلام تھا۔

یہاں تک کہ میں نے خود ان مقامات کو جا کر دیکھا۔بعض جگھوں پر صرف ایک تیر (پرتاپ) کی مسافت میں کئی چھوٹی چھوٹی کشتیاں چلتی تھیں، اور ہر ایک نہر کا نام بھی تھا، جو یا تو اپنے کھدوانے والے کی طرف منسوب ہوتی تھیں یا اس سمت کی جانب جدھر وہ نہر بہنے کے بعد گرتی تھیں۔ یہ حالت تو بصرہ کی تھی۔ اب بغداد کی طرف توجہ کریں۔ جو کہ دار لخلافہ اور دار السلام تھا۔ اس کی حالت کا بھی اصطخری نے ان الفاظ میں خاکہ کھنچا ہے۔

جیسا کہ خود اس نے اپنے زمانہ یعنی ہجری کی چوتھی صدی میں معائنہ کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے

'' دار الخلافہ کے محلات اور باغات بغداد سے نہر بین کی طرف ایک قطار میں دو فرسخ تک برابر چلے گئے ہیں حتیٰ کہ نہر بین پر جا کر وہاں سے دریائے دجلہ کے کنارے سے اوپر کو ہو جاتی ہے۔ اور پھر سماسیہ کی طرف جو تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے، دار لخلافہ سے جا ملتی ہیں۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے۔ کہ بغداد کوفہ (یا دجلہ فرات) کے درمیان بڑی گنجان آبادی ہے۔جس میں کچھ تمیز نہیں ہوتی۔ اور دریائے فرات سے پھوٹ پھوٹ کر بہت سی نہریں اس کی طرف آتی ہیں اور سیراب کرتی ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اصطخری نے بصرہ اور بغداد میں جو کچھ دیکھا۔ وہ سومیری قوم کی تہذہب کی ہی آئینے میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ آبپاشی، زراعت، نہروں اور باغات کا سلسلہ سومیری قوم کی تہذیب فن اور معیشت

میں بہت بڑا کردار ادا کرتے تھے، جنوبی عراق کی جو حالت اصطخری کے زمانہ میں تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں بھی ان علاقوں کا یہی حال ہو گا۔

سومیری زبان کی دریافت

آئرلینڈ کے ایک ماہرلسانیات ایڈورڈ ہنک نے 1850ء میں پہلی بار یہ دعویٰ کیا کہ میخی یعنی cuneiform رسم الخط جسے اب تک سامی قوم کی ایجاد سمجھا جاتا تھا، یہ ان کی نہیں بلکہ اس کے موجد تو غیرسامی النسل وہ لوگ ہیں جو جنوبی عراق میں سامی قوم سے پہلے آباد تھے۔ بعد میں اس خیال کی تصدیق کرنے کو انگریز فوجی نے بہت طویل اور کٹھن مہم سر کی آخر کار اس میں کامیاب ہوا اور دنیا کے سامنے اس خیال کی شہادت پیش کر دی۔

ایک دلچسپ قصہ

ایک انگریز فوجی رالنسن ایران میں متعین انگریز فوج میں ملازم تھا۔ زبانوں کا ترجمہ کرنا اس کا ذاتی مشغلہ تھا۔ لہٰذا ایران میں فارغ اوقات کے دوران اس نے کچھ قدیم زبانوں میں صدیوں پرانے لکھے ہوئے کتبوں کو پڑھ کر تراجم کرنے کی کوشش کی۔ ان میں ایک تحریر جو اس کی اصل شہرت کا باعث بنی جو ہمدان کے قریب کوہِ انوند پر ایک بےستون کے بہت بڑے پتھر پر لکھی ہوئی ہے۔ شہنشاہ (دارا اول) نے یہ تحریر یا اسے کتبہ کہہ لیں 615 قبل مسیح میں کندہ کروایا تھا۔ دراصل یہ کتبہ جو ایک چھوٹی سی چٹان کی مانند ہے۔ اور اپنی ذات میں عجوبہ ہے بادشاہ کی خواہش تھی کہ یہ مجسمہ اس انداز سے بنا کر پہاڑ پر بنا کر ٹکایا جائے۔ جہاں وہ انسانی ہاتھوں اور دوسرے مضرات سے محفوظ رہ سکے۔ بادشاہ کی ہی خواہش کے مطابق اس پر تین زبانوں کی تحریرات لکھی گئیں۔ لہٰذا اس کام کے لئے ایک پہاڑ کی چٹان پر 1200ء مربع فٹ کا ایک قطعہ تیار کروایا گیا۔ کتبہ تیار ہونے کے بعد اس کے نیچے کی چٹان کے حصے کو کاٹ کر بالکل عمودی بنا دیا گیا۔ دیکھنے میں یہ کتبہ زمین سے سینکڑوں فٹ بلند ایک عمودی چٹان نظر آتا ہے۔ ہم سوچ سکتے ہیں پہاڑ کی چوٹی پر اس طریق سے نصب شدہ کتبے کی تحریرات سینکڑوں برس بعد نقل کرنا کتنا کھٹن کام ہو گا۔ مگر یہ انگریز فوجی (رالنسن) اپنی دُھن کا پکا نکلا، اس نے اپنی جان ہزار مشکلوں میں ڈال کر، کبھی مچان بنا کر تو کبھی رسے سے لٹک لٹک کر، اپنی زندگی کو داؤ پر لگایا، اور دو برسوں کی خطرناک محنت کے بعد یہ مہم بہت حد تک سر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ 1835ء میں اس نے یہ کام شروع کیا اور 1837ء تک دو سو سطریں نقل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس نے اجنبی زبانیں تو نقل کر لیں۔ اب اگلا مرحلہ ان کو پڑھنے اور سمجھنے کا تھا۔ لہٰذا اس کام کے لئے اس نے کلاسیکی دور کے مصنفین اور قرونِ وُسطیٰ کے ماہر ارضیات کی مدد لی اور ان کے تعاون سے ان سطروں کو کئی مقامات سے پڑھنے میں کامیاب ہو گیا، 1193ء تک اس نے یورپ کے دوسرے ماہرین کی میخی (CUNEIFORM) رسم الخط کے بارہ میں کی گئی تحقیقات سامنے رکھ کر آخر کار دو سو کی دو سو سطریں پڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کو پڑھنے کے بعد 1844ء میں وہ دوبارہ باقی ماندہ تحریر نقل کرنے چل پڑا، آخر کار 1848ء تک اس ماہر لسانیات نے اس کتبے کی تینوں زبانوں کی نقول اور ترجمہ تیار، کر کے ROYALASIATICSOCIETY کو بھجوا دیا۔

اس تحقیق سے اب ماہرین کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ اب تک تمام وہ نشانات جو اہلِ علم، ماہرِ لسانیات، اور ماہرِ آثارِ قدیمہ اور کھنڈرات کی مدد اور محنت سے حاصل ہو چکے ہیں ان سب کی روشنی میں عراق کی بہت قدیم ترین قوم اور تہذیب کے بارہ میں ایک مکمل تصویر اُبھر کر سامنے آ گئی۔ جو کچھ اس طرح تھی کہ جنوبی عراق میں بسنے والی قدیم ترین قوم کا نام، سومیر، تھا۔ 17جنوری 1896ء کا دن قدیم اقوام کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں ایک علمی نشست میں جیولس اوپٹ نے انکشاف کیا کہ سامیوں قبل عراق میں ایک 'سومیری' نام کی قوم آباد تھی۔

سومیری قوم کی اہم خصوصیات

قدیم عراق کی کھدائی سے دریافت ہونے والی ان تحریرات سے سومیری قوم کی چند ایک ممتاز خصوصیات ہمارے سامنے آئی ہیں۔ مثلاً، میخی یا پیکانی طرزِ تحریر کے موجد تھے اُنہوں نے وسیع پیمانے پر ایک بہت ترقی یافتہ ادب تخلیق کی رزمیہ کہانیاں، اساطیر، نوحے، اقوالِ حکمت و دانشمندی، کہاوتیں الف لیلوی افسانے، یہ تمام ادب سومیری قوم کا ہی رہینِ منت ہے۔ پروفیسر سیموئل این کریمر کہتا ہے، کہ آج کی تہذیب کے متعدد اہم خدوخال کے سوتے سومیری قوم اور سومیر سے ہی پھوٹے تھے۔ آج کا فلاسفر ہو یا استاد، مؤرخ ہو یا شاعر قانون دان ہو یا مصلح، مدبر ہو یا سیاست دان، ماہرِ تعمیر ہو یا سنگتراش، مجسمہ ساز ہوں یا پیکر تراش۔ کسی نہ کسی طرح ہر کسی نے سومیری تہذیب کا اثر ضرور لیا ہے۔

اس کھدائی کے عمل کے دوران ایک قدیم شہر، ''اُر'' نام کا نکلا جو کہ حضرت ابراہیمؑ کی جائے پیدائش بتائی جاتی ہے۔ اس شہر کی کھدائی سے، شاہی لوگوں کی قبروں سے، بربط اور چنگ بنے ہوئے دریافت ہوئے، کھنڈرات سے مٹی ہزار ہا الواح ملی ہیں۔ جن پر مختلف نوعیت اور موضوعات پر فنی عبارتیں لکھی ہوئی تھیں، ان کو دیکھ کر لکھنے کا طریق کچھ اس طرح سمجھ آتا ہے کہ۔ چکنی مٹی سے تختی بنالی جاتی ہو گی، پھر گیلی گیلی تختی پر قلم سے لکھ دیا جاتا ہو گا، اور بعد میں تختی کو آگ میں پکا کر، تختی اور تحریر کو محفوظ اور مضبوط بنا دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی محنتِ شاقہ سے نکالی ہوئی الواح میں سے استنبول اور فلاڈلفیا کی یونیورسٹیوں کے عجائب گھروں میں دو ہزار سے زائد الواح ترجمے کا انتظار کر رہی ہیں۔

1961ء تک صرف پانچ سو الواح ترجمے کے لئے پڑی ہیں۔ ان تراجم کو پڑھ کر ماہرینِ لسانیات کی رائے ہے کہ عراق کا ادب، دنیا کا سب سے قدیم ادب ہے، اور ان کی تحریرات، خیالات اور نظریات دنیا کے قدیم ترین ہیں۔

ان کی تحریرات اور کھنڈرات سے اس قوم کی بہت سی ایجادات کا بھی علم ہوا ہے۔

سومیری قوم کی ایجادات

کمھار کا چاک، گاڑی کا پہیہ، کاشت کاری کا ہل، بادبانی کشتی، محراب، ڈاٹ، گنبد، جواہر تراشی، کیل کی جڑائی، دھات کا ٹانکا، کندہ کاری، اور مرصع کاری بھی اسی قوم نے شروع کی تھی، ان کے کھنڈرات سے اینٹیں بنانے والا سانچہ بھی دریافت ہوا ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ قوم عمارتیں بنانے کی بہت شوقین تھی۔ چار ہزار برس پرانی تختیوں کی تحریر سے ترجمہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ، ان تحریرات میں زرگر، جواہر تراش، لوہار، چرم ساز، کپڑا صاف کرنے والے اور ٹوکری بنانے والے کا ذکر موجود ہے۔

بابلی تحریک حضرت مصلحِ موعود کی نظر میں

حضرت مصلحِ موعود سورہ الشعراء کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بابل میں بسنے والی اقوام کے خواص اور دوسری دُنیا پر ان کے تمدن کے پڑنے والے اثر کے بارہ میں، فرماتے ہیں۔

کہ جس طرح آرین، رومن اور ایرانی ثقافت نے متمدن دنیا پر گہرا اثر ڈالا۔ اور سابق نظاموں کی جگہ ایک نیا نظام قائم کر دیا اسی طرح بابلی تحریک جس کے بانی قومِ عاد سے تعلق رکھنے والے تھے اس نے بھی دنیا کے کلچر اور تہذیب پر نہایت گہرا اثر ڈالا اور اس تحریک کے بانی کچھ عرصہ بعد سیاسی طور پر اپنی حکومت کھو بیٹھے اور اس کی جگہ دوسری اقوام نے لے لی۔ مگر ان کو شکست دینے والے ان کے فلسفہ سے آزاد نہ ہو سکے۔ یہ تحریک چونکہ انتہائی قدیم تحریک ہے۔

اس لئے موجودہ زمانہ میں اس کے آثار بہت کم ملتے ہیں۔ وہ قرآنی بیانات کی صداقت اور اس کی عظمت کو روشن کر دیتے ہیں۔

عراق کا تابناک ماضی

الغرض گزشتہ کئی صدیوں سے، یہ سر زمین یعنی عراق دُنیا میں خوبصورتی، علم وفضل حکمت و دانشمندی۔ ہوش رُبا طلسماتی محلات کی آرائش و زیبائش، شعروسخن، الف لیلوی قصے۔ کوہ قاف کے حیرت کدے۔ بابل کے باغات اور دیگر مختلف قسم کے حسن و جمال کا گہوارہ رہی ہے۔ اسی سر زمین نے دُنیا کے سامنے انواح واقسام کے معاشی وسماجی، تہذیبی، ثقافتی اور علمی مناظر رکھے ہیں۔

حالانکہ عراق ایک ایسی سر زمین گنی جاتی ہے جس کی شان وشوکت تباہ وبرباد کرنے کے لئے بار بار مختلف اقسام کے طوفان ان پر نازل ہوئے۔ بغداد (عروس البلاد) کی لائبریریاں جو علم وفضل کی نادر کتابوں سے پُر تھیں۔ جن سے مغرب ومشرق سے آنے والے اپنے علم کی پیاس بجھاتے۔ مگر بغداد کے ساتھ ساتھ بہنے والے دجلہ وفرات جس کی فرحت بخش ہوائیں عراق کے طول وعرض کو معطر کئے رکھتی تھیں۔ مگر بیرونی دُنیا سے اس کی یہ تابناکی دیکھی نہ گئی، اور وہ علم حاصل کرنے والے نہیں بلکہ، اس کے کتب خانے جلانے کے لئے حملہ آور بن کر آئے، اور اس حسین ملک کو بار بار تہس نہس کر دیا۔ منگولیا سے آنے والے ہلاکو اور چنگیز خان نے یہی کتب خانے جلا کر راکھ کر دئے، اور ان کی راکھ سے ان عظیم اور قدیم دریاؤں کا پانی اپنے شہر کی تقدیر کی طرح سیاہ ہو گیا۔

بلند وبالا عمارتیں بنانے والی قوم کی کھوپڑیوں سے مینار بنائے گئے۔ بار بار اس قوم کے ساتھ اس قسم کا سلوک ہوتا ہے۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد سینہ بہ سینہ چلنے والی، صلاحیتوں اور خداداد استعدادوں کے اثرات اس خون آلود مٹی کو پھر زرخیز کر دیتے ہیں۔ مسئلہ سوچ طلب ہے کہ، قدرت نے اس خطے میں کوئی خاص بات ضرور رکھ چھوڑی ہے، کہ دور ونزدیک کے ممالک کی نظریں اس کی ترقی پر لگی رہتی ہیں۔ یہاں ترقی ہو رہی ہو یا نہ، مگر باہر کی دُنیا کے دلوں پر اس کے تابناک ماضی کا ایسا رُعب ودبدبہ بیٹھا ہوا ہے کہ گھبرا گھبرا کر اس کی جاسوسی کرتی اور پلٹ پلٹ کر حملے کرتی، اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھوج نکالتی اور ناکردہ جرائم کو اشتہار بنا بنا کر افسانے گھڑتی ہے، آخر کوئی نہ کوئی جادو اس کوہ قاف کی سر زمین میں ضرور غیر قوموں کے لئے ایک سوال بنا ہوا ہے۔۔۔۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: حسن جنگانی۔ ریجنل مبلغ بوبو جلاسو

برکینا فاسو ریجن بوبو جلاسو میں عطیہ خون

’’جماعت میں خدمت خلق اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے جتنا زور دیا جاتاہے اور ہر امیر غریب اپنی بساط کے مطابق اس کوشش میں ہوتاہے کہ کب اسے موقع ملے اور وہ اللہ کی رضاکی خاطر خدمت خلق کے کام کو سرانجام دے۔کیوں ہر احمدی کا دل خدمت خلق کے کاموں میں اتنا کھلاہے اس لئے کہ اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کو ہم بھول چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو پھر اس کی مخلوق سے اچھا سلوک کرو، ان کی ضروریات کا خیال رکھو۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازے گا۔ اس خوبصورت تعلیم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شرائط بیعت کی ایک بنیادی شرط قرار دیا ہے کہ میرے ساتھ منسلک ہونے کے بعد اپنی تمام تر طاقتوں اور نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نہ صرف ہمدردی کرو بلکہ ان کو فائدہ بھی پہنچاؤ۔‘‘

(خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 17/ اکتوبر 2003ء)

بلا امتیاز رنگ ونسل و مذہب وملت خدمت خلق کرتے چلے جانا جماعت احمدیہ کا طرہ امتیازہے۔برکینا فاسو میں جماعت احمدیہ کے تحت خدمت خلق کے بے شمار پروگرام سارا سال جاری رہتے ہیں۔ انسانی جانیں بچانے کے لئے خدمت خلق کے ان پروگراموں میں ایک بہت اعلیٰ درجہ کا پروگرام خون کے عطیات دیناہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ برکینا فاسو ہر سال عطیات خون کے سینکڑوں یونٹ مختلف ہسپتالوں کو دیتی ہے۔برکینا فاسو میں خون کے عطیات دینے والی تنظیموں میں جماعت احمدیہ صف اول میں شمار ہوتی ہے۔ دوران سال مختلف جماعتوں میں عطیات خون دینے کے پروگرام جاری رہتے ہیں۔

جذبہ قربانی اور خدمت کے تحت مؤرخہ 4 / جولائی 2021ء بوبو جولاسو کے خدام نے عطیات خون دئے۔ بوبو جلاسو برکینا فاسو کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دورہ برکینافاسو 2004ء میں اس شہر کا دورہ کر کے یہاں کے باسیوں کو میز بانی کا شرف عطا فرما چکے ہیں۔

مؤرخہ 4/ جولائی 2021ء کو سنٹرل مشن ہاؤس میں عطیہ خون دینے کی تقریب منعقد ہوئی۔نیشنل ادارہ برائے عطیات خون CNTS کی مقامی شاخ کی ٹیم مشن ہاؤس آئی اور خدام سے عطیات خون جمع کئے۔کل 37 /افراد کے ٹسٹ کئے گئے۔جن میں سے 30 کے عطیات جمع کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برکینا فاسو کو خدمت خلق کے ہر میدان میں مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور ہماری مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں۔ اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں۔ اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔‘‘

(الحکم 24/ جنوری 1907ء بحوالہ ملفوظات جلد 5 صفحہ 130)

چھوٹی مگر سبق آموزبات

حکومت

اب دیکھو حکومت کس چیز کا نام ہوتا ہے۔حکومت اس بات کا نام نہیں کہ میاں، بیوی سے اپنی باتیں منوائے اور بیوی میاں سے۔ بلکہ حکومت کا ایک خاص دائرہ ہوتا ہے یہ نہیں کہ جو بھی حکم دے اسے بادشاہ کہہ دیا جائے۔ انگریزی میں لطیفہ مشہور ہے کہ ایک بچے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اباجان! بادشاہ کس کو کہتے ہیں؟ باپ کہنے لگا بادشاہ وہ ہوتا ہے جس کی بات کو کوئی ردّ نہ کر سکے۔ بچہ یہ سن کر کہنے لگا کہ اباجان! پھر تو ہماری اماں جان بادشاہ ہیں۔

(خلیفۃ المسیح الثانیؓ از خلافت علیٰ منہاج النبوت صفحہ 71)

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

07 اگست 2021ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:34	18:56
مدینہ منورہ	04:28	19:02
قادیان	04:17	19:20
ربوہ	03:58	19:00
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:08	20:39